

”عرفانِ مذہب و مسلک“ سے ”تصوف و سیاست“ تک

”قوتِ مذہب“ سے مستحکم ہے ”قومیت“ مری

دریا کے تلاطم سے تو بچ سکتی ہے کشتی یس اختر مصباحی

کشتی میں تلاطم ہو، تو، ساحل، نہ ملے گا دارالقلم، دہلی

”آل انڈیا علما و مشائخ بورڈ“ کے نمائندہ خصوصی کی زبانی، انٹرنیشنل صوفی کانفرنس و سیمینار، نئی دہلی کی بعض تفصیلات، جان کر، میں نے اس میں اپنی شرکت سے صراحتہ انکار کیا۔ کیوں کہ:

دہلی کے طویل سیاسی و صحافتی تجربات و مشاہدات کی روشنی میں مجھے اس کے اندر، کوئی سیاسی کھیل، نظر آیا۔ مگر، اس کا کسی طرح، وہم و گمان بھی نہیں ہوسکا کہ:

اس کھیل کے پس پردہ سنگھ پرپوار (آر، ایس، ایس، بھاجپا، وغیرہ) کا کوئی ہاتھ ہوسکتا ہے۔ اور، اس کا بھی، وہم و گمان نہیں ہوسکا کہ:

شری، نریندر مودی، وزیراعظم ہند کا، اس سیمینار و کانفرنس سے کوئی خصوصی تعلق ہے۔ اسی طرح، پروفیسر، طاہر القادری، بانی ادارہ ”منہاج القرآن“ لاہور کی شرکت کا بھی کوئی علم، نہ ہوسکا۔ یہی وجہ ہے کہ، اس صوفی سیمینار و کانفرنس کے تعلق سے کچھ لکھنے کا کوئی ارادہ، نہیں تھا۔

۸ فروری ۲۰۱۶ء کو نئی دہلی کے تالکٹورہ اسٹیڈیم میں، ایک سٹی کانفرنس ہوئی۔ اس سے ایک سال پیشتر، رام لیلا، میدان، نئی دہلی میں، یکم مارچ (۲۰۱۵ء) کو ”نظامِ مصطفیٰ کانفرنس“ ہوئی تھی۔

ان دونوں کانفرنسوں کے خلاف، میں نے کسی سے کچھ کہا، اور، نہ ہی ان کے خلاف، کچھ لکھا۔ کیوں کہ:

یہ دونوں کانفرنسیں، اہل سنت کے مالی وسائل سے، اہل سنت ہی کے ذریعہ، ہوئی تھیں۔

اور، کسی سیاسی آمیزش کے بغیر، بڑے اہتمام و شان و شوکت کے ساتھ، ہوئیں۔

ماہنامہ ”جام نور“ نئی دہلی (شمارہ فروری ۲۰۱۶ء) میں شائع شدہ، ایک انٹرویو کے ذریعہ،

اس کا علم ہوا کہ، پروفیسر، طاہر القادری، صوفی کانفرنس سے خصوصی خطاب فرمائیں گے۔

اس کے بعد، انگریزی کے مشہور زمانہ اخبار ”ٹائمز آف انڈیا“ (شمارہ ۲۷ فروری ۲۰۱۶ء) میں، شائع شدہ ایک انٹرویو سے معلوم ہوا کہ:

شری، نریندر مودی، صوفی سیمینار میں شریک ہوں گے اور اسے خطاب بھی فرمائیں گے۔“ مذکورہ دونوں انٹرویو، علما و مشائخ بورڈ کے صدر محترم کے ہیں۔

اس انکشاف کے بعد، میں نے اپنا مذہبی و ملی و جماعتی فریضہ سمجھا کہ:

حقیقتِ حال سے قوم و ملت و جماعت کو، باخبر اور اس کے اثرات و نتائج اور بعض سنگین خطرات سے، انھیں، متنبہ اور چوکنا کر دوں۔

خطرہ، جتنا بڑا ہو، اُس کی مزاحمت بھی اتنی ہی قوت و طاقت کے ساتھ کی جاتی ہے۔

چنانچہ، میں نے قلم اٹھایا اور میرا پہلا مضمون، مورخہ ۲ مارچ ۲۰۱۶ء کو منظرِ عام پر آیا۔ جس کا سلسلہ، زیرِ نظر تحریر تک، جاری رہا۔

بِحَمْدِہِ تَعَالٰی، مجھے، اطمینانِ قلب ہے کہ، اپنا فرض، میں نے پورا کر دیا۔

اور کب کس نے کیا سمجھا اور کیا نہیں سمجھا۔ اس کا تعلق، محض قارئین سے ہے۔ جنھیں، کچھ سمجھنے، نہ سمجھنے کا، مکمل اختیار ہے۔

نیتوں کا حال، اللہ ہی جانتا ہے۔ اور، وہی، اس کی جزا و سزا دے گا۔ وَاللّٰهُ عَلٰی مَا نَقُولُ وَكِيل۔ علما و مشائخ بورڈ سے وابستہ افراد، سیمینار و کانفرنس کے منتظمین و شرکا، نیز دیگر وابستگان، ہرگز، اس خوش فہمی، یا غلط فہمی میں، مبتلا، نہ ہوں کہ:

میری سابقہ، یا موجودہ تحریر، محض، ان کے خیالات اور سرگرمیوں کے پیشِ نظر، عالمِ وجود میں آئی ہے۔ درحقیقت، اس مناسبت سے میں نے کچھ حقائق پیش کرتے ہوئے ”سنگھ پرپوار“ کے

عزائم اور اس کے خطرناک نتائج سے قوم کو آگاہ کیا ہے۔ اور یہ بتانے اور سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ:

”کوئی سیاسی پارٹی، محض ”ثواب“ حاصل کرنے کے لئے کروڑوں روپے، خرچ نہیں کرتی ہے، نہ کرے گی۔ نہ ایسا کبھی دیکھنے سننے میں آیا ہے۔

کہیں نہ کہیں، کسی نہ کسی تدبیر سے گھس پیٹھ کرنا، اثر انداز ہونا، ووٹ، حاصل کرنا،

اُس کا مَطْلَحِ نظر، بلکہ، اول و آخر، مقصد ہوتا ہے۔

اگر، کوئی سادہ لوح و ناتجربہ کار، یا فریب خوردہ شخص، ایسے حالات میں:

یہ سوچتا سمجھتا اور کہتا ہے کہ: پیسہ، اُس کا ہوگا۔ اور کام، ہمارا ہوگا۔“

تو، یہ خیال، بالکل، ایسا ہی ہے کہ:

کوئی بکری، یہ سوچ کر، قدم، آگے بڑھائے کہ میں، بھیڑیا۔ یا شیر کا شکار کرنے چلی ہوں۔“

اس ”بڑی بی“ پر، اللہ ہی، رحم فرمائے۔

اپنے حضرات سے جو کچھ شکوہ ہے، وہ، یہ ہے کہ:

(۱) بھاجپا، یا۔ شری، نریندر مودی سے مل کر (اور، واضح آثار و قرائن کے مطابق، ان کی، یا۔ مشترکہ پلاننگ، پھر، اسپیشل فنڈنگ کے تحت) یہ پروگرام، کیوں کیا گیا؟

(۲) صوفی سیمینار، (وگیان بھون، نئی دہلی) میں، جب ”بھارت ماتا کی ہے“ کا نعرہ لگا تو، مکمل خاموشی، کیوں برتی گئی؟ اور ابھی تک، اس سلسلے میں، اپنا شرعی موقف، کیوں نہیں، واضح کیا گیا؟

(۳) اپنے ”اعلامیہ“ میں، یہ دفعہ، (جس پر ”ہندوتوا“ کے نظریہ متحدہ قومیت (ہندو قومیت) کا، رنگ پڑھا ہوا ہے) کیوں اور کس مقصد سے شامل کی گئی کہ: متحدہ قومیت کی تائید و توثیق کی جاتی ہے؟ اس کا مفہوم، جان کر۔ یا۔ انجانے میں، بہر دو صورت، اس ”ابہام“ کے ساتھ،

قومیت کا کوئی ذکر ہی، نہیں ہونا چاہیے تھا۔

آر، ایس، ایس کی ”راشریٹا“، ”قومیت“، ”نیشنلزم“ سب کچھ ”ہندوتوا“ ہی ہے۔ یہی اس کی قومیت، متحدہ قومیت، ہندوستانی قومیت، سب کچھ ہے۔

آر، ایس، ایس، کے ”ہندوتوا“ کو، اس کی سیاسی پارٹی ”بھاجپا“ نے ۱۹۹۶ء میں اپنے انتخابی منشور میں بھی شامل کر لیا ہے۔

رہ گئی بات ”قومی دھارا“ (مین اسٹریم۔ رُحانِ عام۔ اصل دھارا، ملکی رائے عامہ) کی:

تو، صرف، بھاجپا (بی، جے، پی۔ یعنی بھارتیہ جنتا پارٹی) نہیں، بلکہ، دیگر سیاسی پارٹیاں بھی، اس کا استعمال کرتی ہیں۔ اس لئے ”قومی دھارا“ کو ”پناہ گاہ“ نہیں، بنایا جاسکتا ہے۔

اس سلسلے میں، سماج وادی پارٹی کی برسرِ اقتدار، حکومتِ اتر پردیش کے ایک تازہ ترین اشتہار کا، یہ حصہ، ملاحظہ فرمائیں:

”حکومتِ اتر پردیش کی جانب سے اقلیتی طبقوں کے سماجی اور معاشی پس منظر کے تناظر میں، ان کے مخصوص مسائل کا تصفیہ کرنے، اور ان کی تعلیمی، سماجی اور معاشی ترقی کر کے، انھیں ”قوم اور سماج کے اصل دھارے“ میں، لانے کے لئے، بہت سی اسکیمیں، چلائی جا رہی ہیں۔“ الخ۔

(ص ۳۔ روزنامہ ”راشریہ سہارا“، نئی دہلی ایڈیشن، مورخہ ۳۰ اپریل ۲۰۱۶ء۔ سرکاری اشتہار)

..... تاکہ، ان روایتی تعلیمی اداروں (عربی مدارس) سے تعلیم، حاصل کر کے، اقلیتی طبقے

کے بچے، ”قوم کے اصل دھارے“ سے وابستہ، ہو سکیں۔“ الخ۔ (ص ۳۔ روزنامہ ”راشریہ سہارا“،

نئی دہلی ایڈیشن، مورخہ ۳۰ اپریل ۲۰۱۶ء)

ساری سیاسی پارٹیوں کے نزدیک ”قومی دھارا“ کا مطلب، تعلیم و تجارت و ترقی کا عام دھارا ہے۔ لیکن، بھاجپا، اس قومی دھارا کا مطلب کچھ اور سمجھتی ہے، اس لئے اس کے بیان پر اس کی نیت اور اس کی مراد، جاننا، ضروری ہے۔

تشویش و اضطراب کا اصل سبب، یہ ہے کہ:

صوفی کانفرنس و سیمینار کی سرگرمیوں کے نتیجے میں، مسلم دشمن ”فلسفہ ہندوتوا“ کی علم بردار آر، ایس، ایس کی سیاسی پارٹی، بھاجپا (بھارتیہ جنتا پارٹی) کو، مسلم آبادیوں میں گھسنے اور اپنی سیاسی عمارت، تعمیر کرنے کا موقع، فراہم ہو سکتا ہے۔ اور اس کی راہ، آسان ہو سکتی ہے۔

مسلم آبادیوں کی طرف، بھاجپا کی سیاسی پیش قدمی سے مسلمانوں کو، آگاہ اور بیدار و ہوشیار کرنا، اور بھاجپا کا شکار ہونے سے بچانے کی، اپنی حفاظتی تدابیر کا سامان کرنا، اصل مقصود ہے۔

امنڈتے ہوئے سیلاب اور طوفانی خطرات سے مسلمانوں کو، چونکا کرنا، ایک مذہبی، ملٹی، قومی، جماعتی، معاشرتی، فریضہ ہے۔ اور یہی فریضہ، اس وقت، میں نے انجام دیا ہے۔

اور آئندہ بھی، جب، کبھی، ہمیں محسوس کروں گا کہ:

مسلمان، کسی آندھی طوفان کا شکار ہو سکتے ہیں۔ کوئی خطرہ، مسلم آبادی کی طرف بڑھ رہا ہے۔

تو، اپنا، یہ فرض، حتی الامکان، ضرور، ادا کروں گا۔ اِنْ شَاءَ اللہ۔

اہل علم و فضل اور اصحابِ فکر و شعور کا امتیاز و اختصاص ہے کہ:

وہ، کسی پیش آمدہ مسئلے میں، ذاتی رُحانات اور ماڈی مفادات و مصالح سے بے نیاز ہو کر، مذہبی و ملٹی و جماعتی مفادات و مصالح کے، پیش نظر، اپنے علم و فکر و فہم کی روشنی میں:

کوئی صائب رائے اور صحیح موقف، اختیار کر کے، اُس کا اظہار کرتے ہیں۔

جب کہ سطحی فکر، اور عامیانہ اندازِ فکر کے حامل افراد، اپنے ذاتی و ماڈی مفادات و مصالح کے تحت ہی، کوئی رائے، قائم کر کے، اُسے ہی ترجیح دینے کو، اپنی کامیابی کا زینہ، تصور کرتے ہیں۔

مناسب عقل و شعور سے بے بہرہ، اور تنگ نظر افراد کے لئے، یہ باؤ رکھنا،

بڑا ہی مشکل مرحلہ ہوتا ہے کہ:

کوئی شخص، اپنے ذاتی رُحانات اور ماڈی مفادات سے اوپر اُٹھ کر،

کیوں اور کس طرح کوئی رائے، قائم کر سکتا ہے؟ اور کوئی موقف، اختیار کر سکتا ہے؟

۱۹۹۵ء، ۱۹۹۶ء میں، جب، نرسمہا راؤ کی کانگریس کے زمانے میں، مذہبی شخصیات اور مشائخ و سجادگان کو، سیاسی طور پر، اپنا ہم نوا بنانے کے لئے، پیسے کی گنگا بہہ رہی تھی۔ اور آج ۲۰۱۶ء میں، جب، نریندر مودی کی بھاجپا، اسی طرح کی گنگا بہا رہی ہے، اور اس میں، نہ جانے کتنے لوگ، گلے گلے، ڈوبے ہوئے ہیں۔

بِفَضْلِهِ تَعَالٰی، ہر دو سنگین مواقع پر، میں، محفوظ و مامون رہا۔

۱۹۹۵ء میں، رام لیلا میدان، نئی دہلی کی ”سٹی کانفرنس“ کے انعقاد سے کئی ہفتہ پہلے، اپنے ایک غیر ملکی دورے کی وجہ سے، ہندوستان سے باہر رہا۔

اور واپسی، اُس وقت ہوئی جب کہ، یہ کانفرنس، ختم ہو چکی تھی۔

ایسی صورت میں، اس سے متعلق، کسی تعاون، کسی شرکت اور کسی تائید و اختلاف کا سوال ہی، خارج از بحث ہے۔

انٹرنیشنل صوفی سیمینار و کانفرنس (۱۷ مارچ تا ۲۰ مارچ ۲۰۱۶ء) کے عزائم، بھانپ کر، میں نے، اس میں شرکت سے انکار کیا۔ اور ہندوستان میں رہتے ہوئے بھی:

اس انٹرنیشنل سیمینار و کانفرنس سے، کو سوں دور رہا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

”عرفان مذہب و مسلک“ (متعدد ایڈیشن۔ مطبوعہ ہندوپاک۔ اور ”عرفان حقائق“ مطبوعہ دہلی۔ مشتمل بر، تین سو (۳۰۰) صفحات) کے جملہ محتویات و مشتملات و مندرجات برحق ہیں۔

بِحَمْدِہ تَعَالٰی، حسب سابق:

اب بھی، جیلِ مستقیم کی طرح، اپنے ہر موقف پر قائم ہوں۔ اور آئندہ بھی قائم رہوں گا۔ اِنْ شَاءَ اللہ۔

جس کی وجہ، یہ ہے کہ میں نے مذکورہ دونوں کتب، (عرفان مذہب و مسلک، و عرفان حقائق) میں، جو کچھ بھی لکھا ہے، وہ:

مذہبِ سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت اور مسلکِ اعلیٰ حضرت کے مطابق ہے۔ فقہِ حنفی اور جدید و قدیم کتبِ فقہِ حنفی کے مطابق ہے۔ فتاویٰ رضویہ و فتاویٰ امجدیہ و فتاویٰ مصطفویہ و فتاویٰ صدر الافاضل و فتاویٰ ملک العلماء وغیرہ کے مطابق ہے۔

یہی وجہ ہے کہ معترضین و حاسدین، دم بخود ہو کر، مہربان ہو چکے ہیں۔

”نصوف اور سیاست“ (صوفی سیمینار و کانفرنس سے متعلق، مجموعہ مضامین) طبع اول۔

لٹر افادہ نڈیشن، شاہین باغ، نئی دہلی (بھی، اسی سلسلہٴ رُشد و ہدایت کی ایک مضبوط، کڑی ہے۔

اور، اس کی، ہر کڑی، ایک دوسرے سے اس طرح، مربوط و منظم و مستحکم ہے کہ:

کبھی ٹوٹنے کا نام بھی نہیں لے گی۔ اِنْ شَاءَ اللہ۔

”بھاجپا نواز گروپ“ کے ”بعض (زُر خرید) نوجوان مولویوں“ کی:

یا وہ گوئی و ہرزہ سرائی کا انجام، ان کی ندامت و رُسوائی کے سوا، کچھ نہیں۔

”بھاجپا نواز گروپ“ کے آدھا درجن سے زیادہ، ایسے نوجوان مولویوں کے نام، مجھے معلوم ہیں، جو، تنخواہ دار، اور وظیفہ خوار، رہ چکے ہیں۔

جن میں سے بعض، اب بھی حق نمک، ادا کرنے کے لئے کچھ نہ کچھ، اُچھل کود کر رہے ہیں۔

صوفی سیمینار و کانفرنس کی سرگرمی، شروع ہونے کے ساتھ ہی، یہ خبر، ملتی رہی کہ:

”بھاجپا ہی، ایسی پارٹی ہے جس میں کسی مضبوط مسلم تنظیم کا عمل دخل اور اس کا غلبہ نہیں ہے۔

اس لئے اب، بھاجپا کے ساتھ، مل کر اپنی سیاسی طاقت، بنانی ہے اور مختلف کمیٹیوں میں اپنے آدمیوں کو، ممبر و چیئرمین بنانے کا پروگرام ہے۔“ وغیرہ وغیرہ۔

مولانا سید تنویر ہاشمی، بیجا پوری (صدر علما و مشائخ بورڈ، صوبہ کرناٹک، انڈیا) ۱۶ مارچ کو رضوی کتاب گھر، ٹیما محل، دہلی کے آفس میں تشریف لائے اور انھوں نے دوران گفتگو فرمایا کہ:

”بچپن سے کانگریس کو، دیکھ رہے ہیں کہ اس نے مسلمانوں کے لئے کچھ نہیں کیا۔

اب، سوچا اور پروگرام بنایا گیا ہے کہ بھاجپا کو بھی، آزما کر، دیکھا جائے۔“

(روایت: حافظ قمر الدین رضوی۔ (مالک و مدیر ماہنامہ کنز الایمان، ٹیما محل، دہلی)

بتاریخ ۳۱ اپریل ۲۰۱۶ء۔ بمقام دارُ القلم، ڈاکٹر نگر، نئی دہلی۔ ۲۵)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! ”تحریکِ اسلام شناسی“، حسب سابق، اپنی شان و شوکت کے ساتھ، جاری ہے۔ جس کی ایک اہم علمی و فکری کڑی ہے: ”سلسلہٴ ولی اللہی عزیزی کے دینی و علمی احوال و آثار۔

اور دوسری کڑی ہے: ”علمائے فرنگی محل کے دینی و علمی احوال و آثار۔“

فروری ۲۰۱۶ء میں خانقاہ قادریہ ایوبیہ، چیراکنک، ضلع کوٹلی نگر، مشرقی اتر پردیش (انڈیا) کی طرف سے ”شاہ عبدالعزیز، محدث دہلوی سیمینار“ کا انعقاد ہو چکا ہے۔ اور ۲۱ مئی ۲۰۱۶ء میں دارُ القلم، دہلی کا سالانہ اجلاس، بعنوان ”شاہ عبدالعزیز، محدث دہلوی کانفرنس“ کا پروگرام ہے۔

جیسا کہ اس سے پہلے، ایک سالانہ اجلاس دارُ القلم، بعنوان ”شیخ عبدالحق، محدث دہلوی کانفرنس“ کا انعقاد ہو چکا ہے۔

مسلمکِ رضا اور فکرِ رضا کی تفہیم و تبلیغ کا سلسلہ، بِحَمْدِہِ تَعَالٰی، آن بان کے ساتھ، جاری ہے۔ اور، چار سو (۴۰۰) صفحات پر مشتمل، تازہ ترین کتاب ”فقہ حنفی اور امام احمد رضا“ بقلمِ لیس اختر مصباحی کی کمپوزنگ، مکمل ہو چکی ہے۔ جسے جلد ہی حوالہ پر لیس کیا جا رہا ہے۔ اِنْ شَاءَ اللہ۔

۲۰۱۶ء کے آخر میں، گوونڈی، بمبئی میں، عظیم الشان پیمانے پر ”امام احمد رضا سیمینار و کانفرنس“ کا انعقاد، زیر قیادت و نگرانی: حضرت مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی و حضرت مولانا مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی و لیس اختر مصباحی، وزیر اہتمام و انتظام: خانقاہ قادریہ ایوبیہ، پیراکنک، ضلع کوشی نگر، مشرقی اتر پردیش (انڈیا) ہو رہا ہے۔ اِنْ شَاءَ اللہ۔

بِحَمْدِہِ تَعَالٰی ”تحریک فضل حق شناسی“ کے لٹن سے ”تحریک اسلاف شناسی“ کا وجود ہوا، جسے مارہرہ مطہرہ و دیگر سنی خانقاہوں، اداروں اور موجودہ اکابر علمائے اہل سنت و دانشورانِ ملت کی بھرپور تائید و حمایت، حاصل ہے۔

اس تحریک کے پہلے مرحلے میں، یہ دو بڑے پروگرام ہوئے:

(۱) امام اعظم ابوحنیفہ سیمینار و کانفرنس، گوونڈی، بمبئی۔ مورخہ ۲۱ تا ۲۳ دسمبر ۲۰۱۲ء۔

اس سیمینار و کانفرنس کی رپورٹ اور اس کے مضامین و مقالات کا ضخیم مجموعہ، بنام:

”انوار امام اعظم ابوحنیفہ“ شائع ہو چکا ہے۔

سیمینار و کانفرنس کا اہتمام و انصرام، اور مجموعہ مضامین و مقالات کی طباعت و اشاعت، خانقاہ قادریہ ایوبیہ، پیراکنک، ضلع کوشی نگر۔ مشرقی اتر پردیش (انڈیا) کی طرف سے ہوئی۔

(۲) امام اعظم ابوحنیفہ سیمینار و کانفرنس، قیصر باغ، لکھنؤ۔ مورخہ ۲۴ مارچ تا ۲۰۱۳ء۔

اس سیمینار و کانفرنس کا اہتمام و انصرام، دارالعلوم حنفیہ رضویہ، رنگ روڈ، لکھنؤ کی طرف سے، تاریخی ”بارہ دری“ قیصر باغ، لکھنؤ میں ہوا۔

بِحَمْدِہِ تَعَالٰی، بمبئی و لکھنؤ کے، یہ پروگرام، بے حد کامیاب اور تاریخ ساز، ثابت ہوئے۔ دونوں مقامات کے عوام و خواص اور طلبہ و علمائے مجموعی تاثر، یہ ہے کہ:

ایسا معیاری اور باوقار علمی و تحقیقی پروگرام، یہاں، اہل سنت کی تاریخ میں:

اس سے پہلے، کبھی، نہیں ہوا۔

”سوادِ اعظم و اکابرِ سوادِ اعظم“ ”مذہبِ اہل سنت و مسلمکِ اعلیٰ حضرت“ وغیرہ سے متعلق، حقائق و معارف سے معمور کتاب ”عرفانِ مذہب و مسلمک“ کی ایمان افروز اور فکر انگیز تحریروں

سے مذہب و مسلمک کے صحیح عرفان کے ساتھ، قارئین کی دیگر معلومات میں خاطر خواہ اور متنوع اضافہ ہوا۔ جس کا مختصر نمونہ، یہاں، ملاحظہ فرمائیں:

”سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت ہی، ہمیشہ، حق و ہدایت پر، اور کثیر التعداد، رہے ہیں۔

لیکن اِبالقَرَضُ، کبھی قلیل التعداد ہو جائیں، تب بھی، اہل حق و ہدایت، یہی، رہیں گے۔

مذہب و مسلمک حق ”مذہب و مسلمک سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت“ ہی ہے۔

اور، عالمِ اسلام کے جملہ علمائے فقہ و مجتہدین و اولیاءِ صلحائے کاملین، مثل ائمہ اربعہ، امام اعظم ابوحنیفہ و امام محمد بن ادریس شافعی و امام مالک و امام احمد بن حنبل و دیگر ائمہ مجتہدین اور اکابرِ صوفیہ و مشائخ کرام، مثل ائمہ سلاسل طریقت، غوثِ اعظم، سیدنا اشیر عبدالقادر جیلانی بغدادی و سلطانِ لہند، خواجہ معین الدین چشتی اجیری و خواجہ بہاء الدین نقشبند و حضرت شیخ شہاب الدین، سہروردی و سیدنا اشیر احمد کبیر، رفاعی و سیدنا اشیر ابوالحسن، شاذلی۔

و دیگر مشائخ طریقت، رَضَوَانُ اللہِ عَلَیْہِم اَجْمَعِیْن، اسی شاہراہِ سوادِ اعظم اہل سنت

و جماعت، پہ، تاحیات، گامزن رہ کر، دنیوی و اخروی فلاح و سعادت سے ہم کنار اور شاد کام، ہوئے۔

..... مندرجہ ذیل، نمائندہ اکابر و اسلاف و صوفیہ و مشائخ و علمائے فضلاء کرام:

ہمارے لئے بہترین نمونہ، اور اسوہ و قدوہ ہیں۔

یہی، ہمارے ہادی و رہنما اور ہمارے پیشوا ہیں۔ جو، ہندوپاک کے مختلف علاقوں میں، آرام فرما ہیں۔ اور، ان کے فیوض و برکات کی نہریں، آج بھی، رواں ہیں، جن سے مسلمانانِ ہندوپاک و بنگلہ دیش، اپنی مذہبی و روحانی پیاس بجھاتے اور سیرابی، حاصل کرتے رہتے ہیں:

رہنمائے کاملان، سید علی ہجویری، داتا گنج بخش لاہوری و حضرت بہاء الدین زکریا سہروردی ملتانی و عطائے رسول، خواجہ معین الدین چشتی اجیری و خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، دہلوی

و سید فرید الدین مسعود گنج شکر و محبوبِ الہی، نظام الدین اولیاء دہلوی و حضرت مخدوم علی احمد علاء الدین صابر، کلیری و مخدوم جہاں، شیخ شرف الدین یحییٰ منیری و امیر کبیر، سید علی، ہمدانی

کشمیری و مخدوم سید اشرف جہاں گیر، سمنانی، کچھوچھوی و مخدوم آؤدھ، شاہ محمد مینا چشتی لکھنوی و شیخ

عبدالحق، محدث دہلوی و صاحب البرکات، سید شاہ برکت اللہ قادری، مارہروی و بحر العلوم، مولانا

عبدالعلی محمد، فرنگی محلی، لکھنوی و مولانا شاہ انوار الحق، فرنگی محلی، لکھنوی و شمس مارہرہ، سید شاہ آل احمد

ایچھے میاں، مارہروی و شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی و مولانا شاہ احمد سعید مجددی، دہلوی و مولانا

رشید الدین خاں، دہلوی و مولانا شاہ محمد مخصوص اللہ دہلوی و مولانا فضل حق خیر آبادی و مولانا فضل رسول، عثمانی، بدایونی و خاتم الکابر، سید شاہ آل رسول، احمدی، مارہروی و مولانا حیدر علی، فیض آبادی، وغیرہم۔ رِضْوَانُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ۔“

(ص ۱۷ تا ص ۱۹۔ عرفان مذہب و مسلک۔ طبع اخیر، مارچ ۱۴۲۰ء)

”ہندوستانی“ وہابیت“ کا آغاز ”تقویۃ الایمان“ سے ہوا۔ جس کا مختلف مراحل میں:
اکابر علما و مشائخ اہل سنت نے رد و طرد کیا اور اس فتنہ ہائیکہ کے استیصال کی کوشش کیں۔
جس کا نہایت اجمالی ذکر، مندرجہ ذیل تحریر میں، ملاحظہ فرمائیں:

”فتنہ وہابیت کے سبب باب کے لئے، مولانا رشید الدین خاں دہلوی و مولانا فضل حق خیر آبادی اور شاہ مخصوص اللہ دہلوی و شاہ محمد موسیٰ دہلوی و دیگر علما و مشائخ دہلی نے ۱۲۴۰ھ ۱۸۲۴ء میں، شاہجہانی جامع مسجد، دہلی کے اندر، شاہ محمد اسماعیل دہلوی سے مباحثہ و مناظرہ کیا۔

شاہ احمد سعید مجہدی دہلوی و شاہ عین الحق عبد المجید عثمانی بدایونی و مولانا فضل رسول عثمانی بدایونی و مولانا حیدر علی فیض آبادی و مولانا جمال الدین فرنگی محلی لکھنوی (نواسہ بحر العلوم، مولانا عبد العلی فرنگی محلی) و مولانا مخلص الرحمن چانگامی و مفتی شرف الدین رام پوری و مولانا غلام محی الدین قصوری و مولانا سلامت اللہ کشتی بدایونی و سید عبدالفتاح گلشن آبادی و مولانا سید عبداللہ بلگرامی اور، نہ جانے کتنے علما و مشائخ اہل سنت نے، زبانی و تحریری طور پر، وہابیت کا تعاقب کیا۔

بعد کے ادوار، میں مولانا مفتی ارشاد حسین، مجہدی، رام پوری (متوفی ۱۳۱۱ھ) و مولانا نقی علی قادری برکاتی، بریلوی (متوفی ۱۲۹۷ھ) و تاج الفحول، مولانا عبدالقادر عثمانی، بدایونی (متوفی ۱۳۱۹ھ) و حافظ بخاری، سید عبدالصمد مودودی چشتی، سہوانی ثم پھونڈوی (متوفی ۱۳۲۳ھ) و امام احمد رضا، قادری برکاتی، بریلوی (متوفی ۱۳۴۰ھ) و مولانا غلام قادر، بھیروی، پنجابی (متوفی ۱۳۲۷ھ) و مولانا غلام دستگیر، قصوری، پنجابی (متوفی ۱۳۱۵ھ) و مولانا عبدالسمیع بیدل رام پوری، سہارن پوری (متوفی ۱۳۱۸ھ) و مولانا احمد حسن، کان پوری (متوفی ۱۳۲۲ھ) و مولانا وکیل احمد سکندر پوری ثم حیدر آبادی (متوفی ۱۳۲۲ھ) و مولانا خیر الدین دہلوی (متوفی ۱۳۲۶ھ) و مولانا عبدالعلی، آسی، مدراسی، لکھنوی (متوفی ۱۳۲۷ھ) و مولانا وصی احمد، مجہدی سورتی، پہلی بھیتی (متوفی ۱۳۳۴ھ) و مولانا حکیم سید برکات احمد، ٹونگی (متوفی ۱۳۴۷ھ) وغیرہم، رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ کی خدماتِ جلیلہ، اس سلسلے میں نہایت روشن و تابناک

اور، ناقابلِ فراموش ہیں۔

اہل سنت و علماے اہل سنت کے تعلق سے اپنی لاعلمی، بلکہ عناد و مخالفت کی وجہ سے معاہدین و مخالفین کی طرف سے بہت سی باتیں کہی اور لکھی جاتی ہیں۔ جن میں سے ایک بات: یہ بھی، بار بار کہی اور لکھی جاتی رہی ہے کہ:

”مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے اپنی تحریروں کے ذریعہ، ہندوستان کے اندر مسلکی اختلاف، پیدا کیا۔ اور اسے، پروان چڑھایا۔“
ان ناواقفوں، یا۔ مخالفوں کو، معلوم نہیں کہ:

۱۲۴۰ھ ۱۸۲۴ء میں، جب تقویۃ الایمان (جس کی تالیف کئی سال پہلے ہی ہو چکی تھی اور نقل و نقل، لوگوں تک پہنچتی رہی) منظر عام پر آئی تو اس کا، سب سے پہلا تحریری جواب ۱۲۴۰ھ ہی میں، حضرت شاہ عبدالعزیز، مجہدی دہلوی (وصال ۱۲۳۹ھ) کے شاگرد رشید، حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی (وصال ۱۲۷۸ھ ۱۸۶۱ء) نے پہلے مرحلے میں، اجمال و اختصار کے ساتھ: ”تقریر اعتراضات، بر تقویۃ الایمان“ اور دوسرے مرحلے میں ”تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ“ کے نام سے دیا۔ پھر، رسالہ ”یک روزہ“ از شاہ محمد اسماعیل دہلوی کا محققانہ جواب ”اعتناء الظہیر“ کے نام سے، سپرد قلم فرمایا۔

۱۲۴۰ھ ۱۸۲۴ء ہی میں، تقویۃ الایمان کے پیدا کردہ مسائل کے خلاف:
اکابر علما و مشائخ اہل سنت نے جامع مسجد دہلی میں، شاہ محمد اسماعیل دہلوی (متوفی ۱۲۳۶ھ ۱۸۳۱ء) سے مناظرہ کر کے، انھیں، سارکت و عاجز اور لا جواب کیا تھا۔

اور ساتھ ہی ساتھ، یہ تاریخی حقیقت بھی، یاد رکھنی چاہیے کہ:
اس سستی و ہابی مناظرہ جامع مسجد، دہلی میں، نہ بدایوں کا کوئی شخص (عالم دین) تھا، نہ بریلی کا۔
”امام احمد رضا، قادری برکاتی، بریلوی پر“ مسلکی اختلاف پیدا کرنے کا الزام:

نہایت لغو اور باطل ہے۔ جس کی تردید و تغلیط کے لئے اس حقیقت کا اظہار، کافی ہے کہ:
مناظرہ جامع مسجد، دہلی ۱۲۴۰ھ کے بتیس (۳۲) سال بعد، ۱۲۷۲ھ ۱۸۵۶ء میں امام احمد رضا کی ولادت ہوئی۔ جب کہ، خود، آپ کے والد محترم، حضرت مولانا نقی علی، قادری برکاتی، بریلوی کی بھی، اس مناظرہ (۱۲۴۰ھ ۱۸۲۴ء) کے، چھ (۶) سال بعد، ۱۲۳۶ھ ۱۸۳۰ء میں، ولادت ہوئی تھی۔
بدایوں و بریلی میں، متعدد جلیل القدر علما تھے۔ ان کی بہت ساری دینی و علمی خدمات ہیں۔

لیکن! اس تعلق سے، جامع مسجد، دہلی میں، جو، کچھ ہوا، اُس میں، صرف علمائے دہلی، شریک تھے اور، انھوں نے ہی، وہابی اسماعیلی خیالات کا، رد و ابطال کیا۔“

(ص ۳۲ تا ص ۳۵ عرفان مذہب و مسلک - طبع اخیر - مارچ ۲۰۱۳ء)

آج سے ایک صدی قبل، جب مختلف جہتوں سے دین پر، ایک طوفانی یلغار تھی۔ تقدیسِ اُلوہیت اور تعظیمِ رسالت پر، انگشت نمائی ہی نہیں، بلکہ، حملوں کا ایک تسلسل تھا۔ وسعتِ علم رسالت کی مفروضہ عقلی حد بندی کر کے، اسے جانوروں، گدھوں سے تشبیہ دی جا رہی تھی۔ کسی، نئے رسول و نبی کی بعثت کو، ممکن سمجھ کر، عقیدہ ختم نبوت پر، ضرب لگائی جا رہی تھی۔ تقلید فقہی عُرفی اور تصوفِ اسلامی کو، شرک و بدعت، قرار دیا جا رہا تھا۔ معمولات و مراسمِ اہل سنت کو، بدعت و ضلالت سے تعبیر کیا جا رہا تھا۔ اُس وقت، بہت سے علمائے اہل سنت و جماعت نے باطل افکار و تحریکات کا زبردست مقابلہ کیا۔ اور مسلمانانِ متحدہ ہند کے ایمان و اسلام کی حفاظت کی، ہر ممکن، علمی و فکری و عملی کوشش کی۔ اپنی زبان و قلم کو، تحفظ و دفاعِ اسلام و اہل اسلام کے لئے، وقف کر دیا۔ ان علمائے اہل سنت کی خدمات، یقیناً، گراں قدر، اور لازوال ہیں۔

لیکن! اپنے قابلِ صدر شکِ علم و فضل، تَجَرُّ و تَفَقُّہ، ذہانت و فطانت، بصیرت و فراست، شوکت و حشمت اور پوری جرأت و استقامت کے ساتھ، اکابر و مشاہیر علمائے اہل سنت و جماعت کے نمائندہ و ترجمان کی حیثیت سے، جو، مردِ دانا اور مردِ مجاہد، پرچمِ حق، بلند کرتا ہوا صف در وصف شکن بن کر، میدان و غام میں آیا۔ جس کی سطوت و صولت سے، باطل کے ماتھے پر، پسینہ آیا۔ اور جس نے لشکرِ باطل میں ہلچل، ڈال دی۔

جس نے اپنے تَجَرُّ علمی، قوتِ فکر، رفعتِ تَحْقِیل، اصابتِ رائے، صلاحیتِ موقف اور شوکتِ قلم سے، نہ صرف، یہ کہ حق کا پرچم، سر بلند، رکھا، بلکہ، اپنے وارثین و ناسبین کی ایک فوج ظفرِ موج اور اپنی بے شمار کتب و رسائل کا نہایت مضبوط و موثر ہتھیار، آنے والی نسل تک، منتقل کرتے ہوئے، سَوَادِ اعظمِ اہل سنت و جماعت اور ان کے مذہب و مسلک کے تحفظ و دفاع کا بھرپور سامان کیا۔

جس کی تحریرات، جس کے فتاویٰ، جس کی ہدایات، جس کی تعلیمات، آج، سَوَادِ اعظمِ اہل سنت و جماعت کے لئے متاعِ گراں مایہ اور سامانِ صداقت و افتخار ہیں۔

جس کا نغمہٴ عشقِ رسول، بحر و بر کی وسعتوں میں گونجتے ہوئے اپنے مرکزِ عشق و محبت اور

جانِ حیات و کائنات کی محبتوں کی سوغات، تقسیم کر رہا ہے۔

اور، ان کی عظمتوں کے پرچم اہر رہا ہے۔ صَلَّی اللہُ عَلَی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلَی آلِهِ وَ أَصْحَابِهِ وَ بَارکَ وَ سَلَّمَ۔ تاریخِ اسلام کا وہ، فرزندِ عظیم، وہ بطلِ جلیل، وہ، فردِ فرید، کوئی اور نہیں، بلکہ ”احمد رضا“ ہے۔ جس نے اپنی پوری علمی و فکری و قلمی توانائی، تحفظ و دفاعِ عظمتِ مصطفیٰ عَلَیْہِ السَّلَامِ وَالسَّلَامِ کی راہ میں، قربان کر دی۔

اور آخری قطرہٴ خون تک، نثار کر دینے کے لئے اُس کی زبانِ حال سے، اُس کی حیات کے آخری لمحے تک، یہ مجاہدانہ و قلندرانہ نغمہٴ عشق گونجتا رہا کہ:

فَإِنَّ أَبِیَّ وَ الْوَلَدَتِیَّ وَ عَرَضِیَّ
لِعَرَضِ مُحَمَّدٍ مِنْكُمْ وَقَاءً

☆☆☆

کروں تیرے نام پہ جاں، فدا، نہ بس ایک جاں، دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں، جی بھرا، کروں کیا، کروڑوں جہاں، نہیں

اسی عشق و محبتِ رسول اور اسی جاں سپاری و جاں نثاری کا فیضان ہے کہ:

اَرَبَابِ عِلْمٍ وَ دَانِشٍ وَ اصْحَابِ فَضْلِ وَ کَمَالٍ وَ اکابرِ شَرِیْعَتِ وَ طَرِیْقَتِ اور، سَوَادِ اعظمِ اہل سنت و جماعت کے عائمہٴ مسلمین کے قلوب، آپ کی طرف، اس طرح، مائل ہوئے، جس کی برصغیر، ہند و پاک و بنگلہ دیش کی حالیہ صد سالہ مسلم تاریخ میں، کوئی نظیر و مثال نہیں۔

صورتِ حال، یہ ہو چکی ہے کہ آپ کا نام، سنتے اور پڑھتے ہی، اہل سنت کے باتوفیق عوام و خواص کی آنکھوں میں چمک، دلوں میں سرور، اور ایک پُر کیف روحانی بالیدگی، پیدا ہو جاتی ہے۔ یقیناً، آپ ”معیارِ سنّیت“ کی حیثیت سے، سَوَادِ اعظم کے درمیان، متعارف و مقبول ہو چکے ہیں اور مذہبِ سَوَادِ اعظم کی ترجمانی و نمائندگی کے باب میں آپ کا اسمِ گرامی، ”وقارِ سنّیت“ اور ”نشانِ امتیاز“ بن چکا ہے۔ اور حق و انصاف کی بات، یہ ہے کہ:

”قیس“ ساء، پھر کوئی، اٹھا، نہ ”بنی عامر“ میں

فخر ہوتا ہے، گھرانے کا، سدا، ایک ہی شخص

قارئینِ کرام! صوفی کانفرنس و سمینار میں شرکت سے میرے انکار کے سلسلے میں:

آج، اگر، کوئی، یہ کہتا ہے کہ:

بورڈ کے صدر کی پیش کش، قبول کر کے، ان سے ملاقات و گفتگو ہو جاتی تو:

ہو سکتا ہے کہ تبادلہ خیال کے بعد، وہ، مصباحی صاحب کے اندیشوں کا ازالہ کر دیتے۔“

قارئین، غور فرمائیں کہ، جب، میں کہتا کہ:

اتنے بڑے پیمانے پر، ہونے والی تیاری کے پیچھے، مجھے کسی لابی اور پارٹی کا ہاتھ، معلوم ہو رہا ہے؟ یہ بڑے خطرے کی گھنٹی ہے۔ آپ ایسا ہرگز، نہ کریں اور عوام اہل سنت سے مالی تعاون، حاصل کر کے، صرف اپنے ذرائع و وسائل سے اپنا پروگرام کریں۔ اسی میں سلامتی اور آپ کا وقار ہے۔ یہی، آپ کا آبائی طریقہ اور یہی، آپ کا معیار و افتخار ہے۔ وغیرہ۔ تو کیا، وہ، میری بات، مان کر قدم، پیچھے ہٹا لیتے اور وسیع پیمانے کی اپنی تیاریوں کو سمیٹتے ہوئے، از سر نو، اپنی منصوبہ سازی کر کے عوامی تعاون، حاصل کرنے کا، نیا سلسلہ، شروع کر دیتے؟ گفتگو کے دوران، جب مجھے، ان کی زبانی، معلوم ہوتا کہ:

شری، نریندر مودی، صوفی سیمینار (۱۷ مارچ۔ وگیاں بھون، نئی دہلی) میں شرکت کر کے، اس میں، خطاب بھی کریں گے۔

اسی طرح، جب، یہ معلوم ہوتا کہ:

۲۰ مارچ کی صوفی کانفرنس (رام لیلہ میدان، نئی دہلی) کے مقرر خصوصی، پروفیسر، طاہر القادری ہوں گے۔

تو، اس انکشاف پر، اظہار حیرت و افسوس کے ساتھ، میرا مشورہ، اور اس پر، اصرار ہوتا کہ آپ، شری، نریندر مودی اور پروفیسر، طاہر القادری کو، اپنی صوفی کانفرنس و سیمینار میں مدعو کر کے، انھیں، شرکت و خطاب کا، ہرگز، کوئی موقع، نہ دیں۔“

وہ، کچھ بھی، فوائد بتاتے، میرا جواب، ایک ہی ہوتا کہ:

”آر، ایس، ایس کی پارٹی، بھاجپا کی گود میں بیٹھ کر، کسی طرح کا کوئی فائدہ، مسلمانوں کو، ہرگز نہیں چاہیے۔“

اس کے بعد، کیا وہ، میری بات، مان کر، پروگرام کے پھیلائے ہوئے وسیع ترین دائرے کو، سمیٹ کر، کسی جلسہ دستار بندی کی تیاری، شروع کر دیتے؟

ایسا ہونا، اب بھی، میرے نزدیک، قریب قیاس نہیں، بلکہ، بعید از قیاس ہے۔

گذشتہ کوچھوڑ کر، حال پر آئیے کہ: پہلے، ایسا کچھ نہ ہو سکا تو کیا، اب ایسا نہیں ہو سکتا کہ:

علماء و مشائخ بورڈ، اپنی غلطی کا اعتراف کر کے، ندامت کے ساتھ، قوم سے وعدہ کرے کہ

إِنْ شَاءَ اللَّهُ، آئندہ، ایسی کوئی غلطی نہیں ہوگی؟ اور بھاجپا سے کبھی بھی میرا کوئی رابطہ و ضبط نہیں، رہے گا؟

آثار، ایسے نظر نہیں آرہے ہیں۔ مگر، اللہ تعالیٰ، مقلب القلوب ہے۔

خواہش اور دعا، یہی ہے کہ: اللہ تبارک و تعالیٰ، خیر و صلاح و فلاح کی کوئی صورت، پیدا فرمائے۔

آمِينَ آمِينَ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ - بِجَاهِ حَبِيبِكَ وَ نَبِيِّكَ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ عَلَيْهِ وَ عَلَى آلِهِ وَ أَصْحَابِهِ الصَّلَاةُ وَ التَّلَامُ -

انٹرنیشنل صوفی کانفرنس و سیمینار، نئی دہلی میں، از ہر ہند، جامعہ اشرفیہ مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ۔ (یوپی۔ انڈیا) کے کسی سینئر، یا، کم، از کم، کسی جونیئر مدرس کو، شریک کرنے کے لئے، ایڑی چوٹی کا زور لگایا گیا، مگر، کوئی مدرس، کیا، کوئی طالب علم بھی، شریک نہیں ہوا۔

فَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى ذَلِكَ -

آل انڈیا سٹی جمعیۃ العلماء کے لیٹر پیڈ پر، بمبئی کی سٹی تنظیموں کی طرف سے ایک مشترکہ بیان (مورخہ ۱۲ مارچ ۲۰۱۶ء) جاری ہوا کہ:

ہمارے یقین و اعتماد کے مطابق، علمائے بریلی و اشرفیہ مبارک پور۔ اسی طرح، مارہرہ مطہرہ کے امین ملت، حضرت سید محمد امین میاں قادری برکاتی و حضرت سید نجیب حیدر میاں قادری برکاتی اور کچھ چھوٹے مقدسہ کے، حضرت مولانا سید محمد مدنی میاں اشرفی و حضرت مولانا سید محمد ہاشمی میاں، کچھ چھوٹی۔ یا۔ ان میں سے:

کسی کے نامزد نمائندے کی شرکت، صوفی سیمینار و کانفرنس میں، نہیں ہوگی۔“

سٹی تنظیموں کے یقین و اعتماد کے مطابق ہی نتیجہ، سامنے آیا کہ، مذکورہ حضرات میں سے کوئی بھی، شریک نہیں ہوا، نہ ہی، ان کا کوئی نمائندہ، شریک ہوا۔ فَاَلْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى ذَلِكَ -

بِفَضْلِهِ تَعَالٰی میری تحریروں کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ بہت سے لوگ حقیقت حال سے آگاہ ہوئے۔

بعض لوگ، جو، شریک ہونے کا ارادہ رکھتے تھے، انھوں نے اپنا ارادہ، بدل دیا۔ جو لوگ، کشمکش میں تھے، ان کی کشمکش، دور ہوئی۔ اور انھوں نے صحیح فیصلہ کیا۔ فَاَلْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى ذَلِكَ -

متعدد حضرات، حقیقت حال سے واقف، نہ ہونے کی وجہ سے شریک ہو گئے۔

مگر، رنگ محفل، دیکھ کر، انھیں، ندامت ہوئی، افسوس ہوا۔

ایسے لوگوں میں سے بعض نے، خود، فون کر کے مجھے بتایا۔ اور اظہار ندامت و افسوس کیا۔

اب تک کے مضامین و تحریرات میں ”بھاجپا نواز گروپ“ کے سامنے، میں نے:

صرف، یہ پانچ سوالات، رکھے ہیں، جو، ابھی تک، حل طلب ہیں۔ وہ، سوالات، یہ ہیں:

(۱) صوفی کانفرنس و سیمینار کے اخراجات کے لئے، کروڑوں روپے، کہاں سے آئے؟

(۲) جمہور علمائے اہل سنت کو، جب، پروفیسر، طاہر القادری سے اختلاف ہے تو، انھیں، مدعو کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

(۳) ملک کے وزیر اعظم، شری، نریندر مودی کے ساتھ، دہلی کے وزیر اعلیٰ، شری، کجریوال کو بھی، مدعو اور شریک کرنے میں، کون سی سیاست، مانع و حائل تھی؟

(۴) صوفی سیمینار، و گیان بھون (۷۱ مارچ) میں، جب:

بعض مدعو سامعین و حاضرین کی طرف سے ”بھارت ماتا کی جے“ کا نعرہ، لگ رہا تھا تو، سارے منظمین سیمینار اور اسٹیج نشین حضرات، خاموش کیوں، رہے؟

اور صوفی کانفرنس (۲۰ مارچ) میں بھی، اس مسئلہ پر، خاموش رہ کر:

اپنا شرعی موقف، واضح کرنے سے، کیا معذوری و مجبوری تھی؟

(۵) آر، ایس، ایس کا بنیادی نظریہ ”متحدہ قومیت“ (یعنی ہندو قومیت)

اعلامیہ میں کیسے، شامل ہوا؟ جسے، صوفی کانفرنس (۲۰ مارچ) میں بھی، پڑھ کر، سنایا گیا؟

یہ، پانچوں سوال، نہایت اہم ہے کہ:

اس نظریہ متحدہ قومیت کی گھس پیٹھ، ”اعلامیہ“ میں، کیوں اور کیسے ہوئی؟

”اعلامیہ“ کے مرتبین ہی نہیں، بلکہ، علمائے مشائخ بورڈ کے قائدین بھی،

اگر، اس سے بے خبر تھے کہ قومیت و متحدہ قومیت کیا چیز ہوتی ہے؟

مسلم قیادت اور ملکی سیاست کے پیچ و خم، کیا ہیں؟

تو پھر، انھیں، اتنے بڑے کام کا ”بیڑا“، اٹھانے کی کیا ضرورت تھی؟

اگر، قومیت و متحدہ قومیت کا مفہوم، معلوم تھا تو پھر، کس کے اشارے اور کس کے حکم پر،

اسے، اعلامیہ کا حصہ بنایا گیا؟ اور قوم و ملت کی نظریاتی و اخلاقی پسپائی و رسوائی کا سامان کیا گیا؟

اور اگر، اس کا مفہوم، معلوم نہیں تھا۔ اور موجودہ حالات میں جب کہ اس کا کوئی چرچا، بلکہ

کوئی ذکر بھی نہیں تھا، تو، اسے، اعلامیہ میں، شامل کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟

یہ ”متحدہ قومیت“، آر، ایس، ایس کی پسندیدہ اصطلاح ہے۔ جس کا مطلب، اُس کے

نزدیک، یہ ہے کہ ساری قومیں، اپنا تنقض اور وجود، ختم کر کے، ”ہندو تو“ میں، ضم ہو جائیں۔

کیوں کہ اس کے نزدیک ”ہندو تو“ ہی کا، دوسرا نام، راشٹریتا (قومیت) ہے۔

ویسے، پانچوں سوالات، اپنی جگہ، اہم ہیں۔ اور:

”بھاجپانواز گروپ“ کے جس پُر جوش ممبر، یا۔ حامی، اور ”زرخید مولوی“ کو، کچھ لکھنے یا۔ بولنے کا شوق ہے۔ وہ، انھیں، پانچوں سوالات کے جوابات پر، اپنی توجہ، مرکوز، رکھے۔

سرزمین ہند (مع وسیع و عریض جغرافیائی حدود) سے انسانیت و محبت اور اہل ہند کی اس سے محبت و وفاداری کی بنیاد، تلاش کرنے میں، ادھر ادھر بھٹکنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟

یہی وہ، مبارک و مسعود سرزمین ہے، جہاں سے ”انسانِ اول“ اور ”مومن و مسلمِ اول“ کا اس جہان رنگ و بو میں، وجود ظہور ہوا۔

اسی ”انسانِ اول“ کی اصل و نسل سے، بنی نوع انسان کا، وجود ہوا۔

اسی کی ذریت و اولاد سے، دنیا کا ہر گوشہ، آباد ہوا۔

اسی سرزمین سے، ساری کائنات کو ”آدمیت“ کی نعمت و دولت، میسر آئی۔

اس سرزمین پر، پہلا قدم، رکھنے والا انسان، نبیِ اول کی حیثیت سے مبعوث ہوا۔

اس ”نبیِ اول“ کا، دین، ”اسلام“ ہی ہے۔ جس کی دعوت و تبلیغ کا، اس نے فریضہ، انجام دیا۔

اس کی دعوت و تبلیغ سے قبولِ اسلام کرنے والے ہی انسان کا نام ”مومن و مسلم“ قرار، پایا۔

”پہلے انسان“، ”پہلے مسلمان“، ”پہلے نبی“، ”پہلے ہندی“، یعنی ”ہند کے پہلے شہری

و باشندے“، اور ”ساکن و موطنِ اول“ وہی، تھے۔

اور، اُن کی اصل نسل، قومیت، وطنیت، ہی، ہمارے لئے باعثِ اعزاز و افتخار ہے۔

اسی عظیم و قدیم نسبت اور تاریخی حیثیت کا ذکر کرتے ہوئے، حَسَنُ الہند، سید غلام علی آزاد

، بگلرامی (متوفی ۱۲۰۰ھ) فرماتے ہیں کہ:

وَالْهِنْدُ مَهْبَطُ جَدَّنَا وَمَقَامُهُ

قَوْلٌ صَحِيحٌ جَيِّدُ الْإِسْنَادِ

سندِ صحیح کے ساتھ، قولِ صحیح، یہی ہے کہ:

سرزمین ہندی، ہمارے جدِ امجد (آدم علیہ السلام) کی جائے نزول اور جائے قیام ہے۔

اسی نکتے کی وضاحت کرتے ہوئے، ڈاکٹر اقبال (متوفی ۱۹۳۸ء) نے ایک نہایت اہم،

مگر، مشروط بات کہی ہے کہ:

ہے اگر، قومیتِ اسلام، پابندِ مقام
ہند، ہی بنیاد ہے، اس کی، نہ فارس ہے، نہ شام
اور اپنا خلاصہ نظریہ قومیت، پوری صراحت کے ساتھ، داکٹر اقبال نے اس طرح،
بیان کر دیا ہے کہ:

قوم، مذہب سے ہے، مذہب جو، نہیں، تم بھی نہیں
جذبِ باہم، جو، نہیں، محفلِ انجم بھی نہیں

حیرت انگیز بات، یہ ہے کہ پروفیسر، طاہر القادری نے بھی صوفی کانفرنس کے اپنے خطاب
میں اُس ”اعلامیہ“ کی تائید و حمایت کی ہے جس میں متحدہ قومیت کی تائید و توثیق کی گئی ہے۔
اجمیر شریف کی ایک محفل میں ۵۰ رجب کو، حضرت مولانا سید محمود اشرف کچھوچھوی، سجادہ نشین
آستانہ اشرفیہ، سرکارِ کلاں، کچھوچھو شریف نے فرمایا کہ:

”مسلمانوں کو، سرکاری تصوف کی نہیں، حضرت خواجہ غریب نواز کے تصوف کی ضرورت ہے۔“
سنگھ پر یوار (آر، ایس، ایس، بھارتیہ جنتا پارٹی، وشو ہندو پریشد، بجرنگ دل، وغیرہ)
کو، افواہ پھیلانے اور پروپیگنڈہ کرنے میں، مہارت، حاصل ہے۔

بالخصوص، کسی جگہ، ہندو مسلم فساد ہو جائے تو، اُس کے تربیت یافتہ افراد، مسلمانوں کے
خلاف، طرح طرح کی افواہ بازی کر کے، سارا ماحول، اتنا گرم کر دیتے ہیں کہ:

اُس جگہ اور اُس آبادی کا امن و امان، غارت، اور، درہم برہم ہو جاتا ہے۔
ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس کا کچھ نہ کچھ اثر، بھاجپانواز گروپ کے بعض:

زرخیز نوجوان مولویوں میں بھی، آگیا ہے۔ جس کا نمونہ، یہ ہے کہ:

”مصباحی صاحب نے فون کر کے، صوفی کانفرنس و سیمینار میں شرکت سے لوگوں کو منع کیا۔“
اگر، اس افواہ میں ذرا بھی صداقت ہے تو دو چار حضرات کے ایسے بیانات
، یہ گروپ، منظرِ عام پر لائے جن میں، اس کی صراحت ہو کہ:

”مصباحی صاحب نے، مجھے فون کر کے، کانفرنس و سیمینار میں شرکت کرنے سے منع کیا ہے۔“
لیکن! اس کا خیال رہے کہ بھاجپائی افواہ و پروپیگنڈہ کی طرح، یہ بیانات، فرضی،
اور مغالطہ آمیز، نہ ہوں۔ کیوں کہ بالمشافہ گفتگو، اور بیان کی نوبت بھی، آئی ہی آتی ہے۔
بھاجپانواز گروپ کی افواہ بازی کا، دوسرا نمونہ، یہ ہے کہ:

امینِ ملت، حضرت سید محمد امین میاں قادری برکاتی، مارہروی کے نام سے نیٹ پر، ایک فرضی خط،
مُشتہر کیا گیا کہ، ہم، شریکِ صوفی کانفرنس، ہو رہے ہیں۔

تیسرا نمونہ، یہ ہے کہ: نیٹ پر، مُشتہر کیا گیا کہ:

حضرت مولانا سید محمد ہاشمی کچھوچھوی، دہلی تشریف لائے ہیں اور شریکِ صوفی کانفرنس، ہوں گے۔
چوتھا نمونہ، یہ ہے کہ: نیٹ پر مُشتہر کیا گیا کہ:

تانج الشریعہ، حضرت مولانا مفتی محمد اختر رضا ازہری، بریلوی، دہلی تشریف لائے ہیں۔
اور آپ، شریکِ کانفرنس ہوں گے۔“

اصولی بحث سے گریز کرنے والے اور غیر متعلق باتیں، چھیڑنے والے افراد:

اپنے طرزِ عمل سے، واضح، کر دیتے ہیں کہ:

اس میدان میں تو، ہم، شکست کھا چکے ہیں۔ یا۔ شکست کے آثار، نمایاں ہیں۔

اس لئے ہم، اب، میدان چھوڑ کر، بھاگ رہے ہیں۔

اور کسی دوسرے میدان کی پناہ لے کر، وہاں سے آپ کے خلاف، تیر و نشتر چلائیں گے۔

اس طرح، وہ، ایک میدان سے، دوسرے میدان کی طرف، دوڑتے بھاگتے پھرتے
ہیں۔ اور کہیں، کسی بھی میدان میں، انھیں پناہ، نہیں ملتی۔

بھاجپائی سیاسی اثر و رسوخ کا ہمیں، خوف، نہ دلایا جائے۔

اور قانونی داؤ پیچ میں، الجھانے کی دھمکی بھی، ہمیں، نہ دی جائے۔“

ہم، صرف اور صرف، یہ جانتے ہیں کہ ہمارا حافظ و ناصر، اللہ عز و جل، لا شریک ہے۔

اس کے بعد، اگر، کچھ جانتے ہیں، تو، یہ جانتے ہیں کہ:

دستور و آئین ہند کے حوالے سے ”یونیفارم بول کوڈ“ کی طرف، پیش قدمی کی:

جو، مسلسل کوشش، مختلف حکومتیں اور سیاسی پارٹیاں کرتی چلی آرہی ہیں، اُس کے جواب
میں، پوری جرأت و بصیرت و قوت کے ساتھ، ہم، یہ جواب، دیتے آرہے ہیں کہ:

اولاً: خود، ہندوؤں کے اندر، اتنے مذہبی و طبقاتی اختلافات ہیں کہ ان کے لئے ہی
”یونیفارم بول کوڈ“ کے کسی قابل قبول آئینی مسودہ کی تدوین و تربیت، ناقابلِ عمل ہے۔

ثانیاً: کوئی ایسا ”یونیفارم بول کوڈ“ جو ”اسلامک لا“ اور ”مسلم پرسنل لا“ کا وجود، خطرے
میں ڈال دے، اُسے ہم، قطعاً، ختماً، جُزماً، مسترد، اور ناقابلِ قبول، قرار دیتے ہیں۔

کیوں کہ یہی ہمارا دینی و ملی فیصلہ اور فریضہ ہے۔

اور، یہ اس لئے بھی کہ ہم، اچھی طرح، جانتے ہیں کہ:

دستور ہند ہی نے اپنی ایک دفعہ کے تحت، تمام ہندوستانیوں کو، اپنے مذہب پر چلنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی مکمل آزادی، دے رکھی ہے۔

اور یہ بھی جانتے ہیں کہ ہمارا ملک، دستوری طور پر، جمہوری ملک ہے۔ جس میں کسی کے مذہب کے خلاف، کوئی بھی چیز، مسلط نہیں کی جاسکتی۔

اس سلسلے میں، تقریباً پچیس (۲۵) سال پہلے، ”مسلم پرسنل لا کا تحفظ“ (مطبوعہ دہلی) کے نام سے شائع شدہ، میری کتاب میں، قارئین کرام، دیگر تفصیلات کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

اسی طرح، مسئلہ قومیت ہے کہ:

کس کا کیا خیال و نظریہ ہے؟ اور کوئی خیال و نظریہ، ہے بھی کہ نہیں؟

اس سے ہمیں، کوئی غرض نہیں۔ غرض اور مطلب ہے تو، صرف اس بات سے کہ:

قومیت، یا۔ متحدہ قومیت، یا۔ کسی بھی نام سے، اسلام اور قوم مسلم کے تشخص و وجود کو خطرے میں ڈال دینے والی، کسی طرح کی قومیت، قطعاً، ختماً، جزاً، ہمیں، منظور نہیں۔

اپنے تشخص و وجود کے خلاف، کسی طرح کا کوئی سمجھوتہ، ہمیں، ہرگز، گوارا نہیں۔

اور اس لئے بھی کہ دستوری و جمہوری طور پر، ہمیں، اپنا مذہبی تشخص و وجود، اپنی اصل شکل میں، باقی و برقرار، رکھنے کا پورا پورا حق ہے۔

”عرفان مذہب و مسلک“ کے خلاف، برپا کردہ شورش اور پیدا کردہ فتنہ سے متعلق:

میرا، صرف، ایک سوال تھا کہ:

”عرفان مذہب و مسلک“ کے اندر، کوئی ایک بھی، شرعی غلطی، ثابت کر دی جائے۔“

مگر، ہندوستان بھر میں، شور و ہنگامہ کرنے والے حضرات، آج تک:

کسی شرعی غلطی کی نشان دہی، نہ کر سکے۔ اور، اِنْ شَاءَ اللہ، زندگی بھر،

کوئی شرعی غلطی، ثابت نہیں کر سکتے۔

معارض حضرات، اپنے الزام شرعی کا ثبوت شرعی، پیش نہ کر سکے اور نہ ہی، اب تک، علانیہ توبہ شرعی کیا۔ جس کا فرض اور قرض، ایسے حضرات کے سر پہ سوار، اور، واجب الادا ہے۔

کچھ، یہی حال، ”بھاجپانواز گروپ“ کے زرخیز مولویوں کا ہے کہ:

اصل موضوع، اصل بحث، اصل میدان سے بھاگتے پھر رہے ہیں۔

اور بھاگتے ہوئے، کبھی، گالیاں، بک رہے ہیں، کبھی، پتھر، چلا رہے ہیں۔

مگر، اصل میدان کی طرف، قدم، آگے، نہیں بڑھا رہے ہیں۔

جو، میدان، پانچ سوالات کی شکل میں، ان کے، بالکل سامنے ہی ہے۔

اب تو، انٹرنیشنل صوفی سیمینار و کانفرنس، نئی دہلی کے انعقاد سے پہلے اور بعد کے سارے

آثار و قرائن، نیز، زبانی روایات و معلومات کے ذریعہ، علماً و خواص ہی نہیں، بلکہ عوام بھی

حقیقتِ حال سے بخوبی، یا۔ کافی حد تک، واقف ہو چکے ہیں۔

اور، باہر کی طرح، اندر کے بھی بہت سے حالات سے، بے شمار لوگ، باخبر ہو چکے ہیں۔

ایسی صورت میں کیا کوئی، باشعور اور غیر متند مسلمان، آر، ایس، ایس، یا۔ اس کی

سیاسی پارٹی، بھاجپا کی گود میں بیٹھنا، کبھی، گوارا کر سکتا ہے؟

کوئی، بھاجپانواز شخص، اور وہ، بھی عالم، مولوی، صوفی، ایسی جرأت و جسارت کر کے،

مسلم معاشرے کی، مذہبی یا سیاسی قیادت کر سکتا ہے؟

ایسا، ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اور غیر متند مسلمان، اسے، کبھی، برداشت، نہیں کر سکتے۔

اول و آخر بات، یہ ہے کہ:

نہ ادھر ادھر کی تو بات کر، یہ بتا کہ قافلہ، کیوں لٹا؟

مجھے ”رہزنوں“ سے غرض نہیں۔ تری ”رہبری“ کا سوال ہے

ضروری انتباہ

”یورپ“ کے ملحدانہ نظریہ قومیت اور ”ہندوتوا“ کے مُشرکانه نظریہ قومیت پر،

ایک تازہ ترین مضمون، جلد ہی، قارئین کی خدمت میں، پیش کیا جا رہا ہے۔ وَالسَّلَام۔

☆☆☆

مؤرخہ

یونس اختر مصباحی

۲۳ رجب ۱۴۳۷ھ

داڑ القلم، قادری مسجد روڈ،

کیم مئی ۲۰۱۶ء۔ بروز یک شنبہ

ذکر نگر، جامعہ نگر، نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

09350902937